زد سے ماورا نہیں ہے۔ اس لئے انبیاءِ اکرام اصلاحِ کار کا آغاز علم کی تطہیر اور تقدیس سے کرتے ہیں۔ افکار کی اصلاح کے بعد اعمال کی اصلاح کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر وحی الٰہی کے طریقِ ہدایت میں اولین اہمیت علم کو حاصل ہے، مگر نہ محض علم کا حصول کافی ہے اور نہ ہر قسم کے علوم کا درجہ برابر ہے۔ رسول اللہؐ پر سب سے پہلے جو وحی نازل ہوئی وہ یہ ہے "پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے (علق ۱)۔ اس پہلی وحی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور رسول کے توسط سے امتِ مسلمہ کو اور عالمِ انسانیت کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس اولین حکم میں یہ بات عیاں ہو گئی کہ انسانی زندگی میں اولین اہمیت علم کو حاصل ہے، معاشرہ میں اصلاحِ کار کا آغاز حصولِ علم سے ہونا چاہیے۔ علم کے بغیر کوئی شخص راہِ ہدایت نہیں پا سکتا، مگر مجرد علم کا حصول کافی نہیں ہے۔ یہاں وحیٔ الٰہی نے ایک نہایت اہم شرط کا اضافہ کیا ہے، جس سے علم کی تقدیس اور رفعت کا طریقۂ کار معلوم ہو جاتا ہے۔ اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ ایک علم وہ ہے جو اللہ کے نام کے ساتھ حاصل کیا جاتا ہے اور دوسرا علم وہ ہے جو اللہ کے نام کے بغیر حاصل کیا جاتا ہے جو نفس کے نام پر حاصل کیا جاتا ہے۔ جو قوم پرستی اور وطن پرستی کے نام پر حاصل کیا جاتا ہے۔ جو اپنے جیسے انسانوں پر غلبہ اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے۔ بہرحال جو علم غیر اللہ کے نام پر حاصل کیا جاتا ہے وہ انسان کے دردوں کا مداوا نہیں ہو سکتا۔ اس علم میں انسان کتنی ہی ترقی کر جائے وہ بدستور گمراہی پہ گامزنی کرتا رہے گا ؎

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

اس کے برخلاف ایک علم وہ ہے جو اللہ کی عظمت اور کبریائی کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس سے انسان مادیت کی پستی سے نکل کر روحانی رفعت حاصل کر لیتا ہے۔ اس علم سے خود غرضی اور ہوس پرستی سے نگاہیں بلند ہو کر مثالِ اعلیٰ پہ مرکوز ہو جاتی ہیں۔ اس علم سے اخلاق و کردار میں رفعت اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ اس علم سے انسان میں نگاہِ بلند،

سخن دلنواز، جانِ پُرسوز، پیدا ہو جاتی ہے۔

اِس طرح وحی الٰہی نے علم کا قبلہ درست کر دیا۔ یہ علم و آگہی کی تاریخ میں عظیم الشان اصلاح ہے۔ یہ بنیادی اصلاح ہے۔ وحیٔ الٰہی نے انسانی خرابیوں کی صحیح تشخیص کی ہے۔ افسوس مسلمانوں نے اس تشخیص کی صحیح قدر و قیمت نہیں جانی۔ صحیح علم بس وہی ہے جس کا قبلہ عظمت الٰہ ہو اور تقدیس الٰہ ہو جس کے پڑھنے سے انسان کے اندر حسنِ اخلاق، حسنِ کردار خلوص اور للہیت پیدا ہوتی ہے۔ ایسے بلند اخلاق اور بلند کردار لوگ انسانی معاشرہ کا گل ہوتے ہیں۔ اسلام ایسے ہی مہذّب، شائستہ اور با اخلاق افراد پر مشتمل ایک فلاحی اور خیر خواہ معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ ایسے لوگ اسلامی اخلاق اور اسلامی حیات کے بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ تمام علوم و فنون جن میں عظمتِ خداوندی اور تقدیس اللہ کی رُوح سرایت کیے ہوئے ہو وہ سب عالمِ انسانیت کے حق میں نعمت ہیں اور رحمت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسری وحی جو نازل ہوئی وہ یہ ہے۔ ”اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے! اٹھو اور خبردار کرو۔ اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔ (مدثر۔ ۱)
اس دوسری وحی نے رسول اللہ کو حکم دیا کہ وہ عام انسانوں کو ان کے اعمال کے نتائج بد سے ڈرائیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا بیانگِ دہل اعلان کریں۔ خدائی کے دعویدار دوسرے معبودوں کے ساتھ کسی قسم کی مداہنت اور رعایت نہ برتیں۔ اس حکم کے ملنے کے بعد اللہ کے رسولؐ نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت، تقدس و احترام کا نعرہ اس زور شور سے لگایا کہ اس کے بعد پھر کسی بد خود غلط انسان کے لیے غیر اللہ پرستی کی گنجائش کم ہی رہی۔ پھر خدا بننے اور طاغوت بننے کا موقع نہ رہا۔ سب کی خدائی خاک میں مل گئی۔ سارے طاغوت سرنگوں کر دیے گئے۔ اس حقیقتِ کبریٰ کا اعتراف ہماری دینی روایات میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے بعد بت اوندھے منہ گر پڑے۔ آتش کدوں کی آگ سرد پڑ گئی۔ ایوانِ کسریٰ کے کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے ــــــ طاغوت پرستی کے خلاف اس اعلانِ حق کے اثرات ختم نہیں ہوئے۔ وہ بعد میں بھی جاری

رہے۔ جب شنکر اچاریہ نے جنوبی ہندوستان میں "مورتی کھنڈت" کی مہم چلائی تو در اصل یہ نبی عربی کے آوازہ حق کی صدائے بازگشت تھی۔ جب مارٹن لوتھر نے پوپ کے خلاف ۹۵ نکات پر مشتمل فردِ جرم عاید کی تھی تو یہ تعلیماتِ محمدی کا ہی فیضان تھا۔ قرآن مجید کا لاطینی ترجمہ پڑھ کر اس نے یہ مہم جاری کی تھی۔

عظمتِ خداوندی اور تقدیسِ خداوندی اسلام کے ہر رکن سے ظاہر ہے۔ نماز کا آغاز اذان سے ہوتا ہے۔ اذان میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا معنی خیز نعرہ ہر مسجد سے بلند کیا جاتا ہے۔ دن رات میں پانچ مرتبہ اذان دی جاتی ہے۔ اس طرح بار بار یاد دہانی کرائی جاتی ہے کہ عظمت و کبریائی کی مستحق صرف اللہ وحدہٗ کی ذاتِ بابرکات ہے۔ انسان ذات کو بھولے سے بھی حریم الوہیت ـــــ علو و جلال و کبریائی ـــــ میں قدم نہیں رکھنا چاہیے سہ

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

یہ نعرہ یاد دلاتا ہے کہ اے انسان نادان! طاغوت نہ بن، بندہ بن کر رہ!

اللہ اکبر کے مختصر سے جملے کی تفصیل کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے، جس میں طاغوت کے انکار، اللہ پر ایمان اور راہِ ہدایت کے لیے سنّتِ محمدی کی اطاعت کی دعوت دی گئی ہے۔ جب تک غیر اللہ کا انکار نہ کیا جائے، اس وقت تک دل کی سرزمین میں ایمان کا بیج نہیں پھوٹ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آئے، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں"۔ (البقرہ - ۲۵۶)

آفاق میں اک نعرۂ تکبیر لگا دو
طاغوت کے ایوانوں کی بنیاد ہلا دو

انوارِ حرمین

جناب خلیل حامدی صاحب

سعودی عرب کی سپریم جوڈیشل کونسل کی طرف سے آج یہ اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ واسے منگل کو (یعنی ۲۴ ستمبر ۱۹۶۴ء) وقوف عرفہ ہوگا۔ چونکہ ایام حج قریب آگئے ہیں اس لیے حاجیوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ حرم شریف میں داخل ہوں تو عجیب پُرکیف مناظر کی جھلک ملتی ہے...... بیت اللہ کے گرد طواف کرنے والوں کا غیر معمولی ہجوم ہے۔ عشاق بے تابانہ محو گردش ہیں۔ دُعاؤں اور نالوں سے صحنِ حرم گونج رہا ہے۔ آنسوؤں نے غلافِ کعبہ کو تر کر رکھا ہے۔ میزابِ رحمت کے نیچے نفل گزارنے کے لیے ہر کوئی مضطرب ہے، مگر باری بمشکل نصیب ہوتی ہے۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینے کے لیے دلوں کی بے قراری اور روح کی سیماب وشی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ لاکھ اژدھام ہو، خواہ کتنے ہی کندھے چھلیں اور ہجوم کا دباؤ کتنا ہی جان لیوا ہو اہلِ عزم ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ مقامِ ابراہیم پر دوگانہ ادا کرنا ناممکن ہو رہا ہے کیوں کہ اب یہاں تک طواف کرنے والے پھیل چکے ہیں۔ چنانچہ حرم میں جہاں بھی دوگانۂ طواف ادا کر لیا جائے درست ہے۔ اس کے لیے کسی مخصوص مقام کی شرط نہیں ہے۔ اُدھر مسعٰی پر نظر دوڑائیں تو از صفا تا مروہ دونوں سمتیں آنے اور جانے والوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہیں۔ اب سعی کے سات شوط پورے کرنے کے لیے کافی وقت چاہیے۔ یہاں بھی مردوں اور عورتوں کی دلگداز دُعاؤں اور تکبیر و تہلیل و ثنا سے لبریز صداؤں سے فضا میں ارتعاش ہے۔ حرم کے گوشے گوشے سے بندگانِ خدا و غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدوں اور صداؤں در اشکوں

اور آہوں کا سیلاب اُمڈ رہا ہے۔

یہ افریقہ سے تکمہ ونیوں کی جماعت جا رہی ہے۔ مرد و زن سب سیاہ فام، سادگی و بدویت ہر گام سے عیاں۔ اشکبار آنکھوں کے ساتھ ہاؤ ہو کرتی ہوئی بیت اللہ کی طرف بڑھ رہی ہے افریقہ کے دُور دراز حصّوں سے سفر کرتی ہوئی آج مرکزِ شوق تک پہنچ چکی ہے۔ اُدھر ۲۵ افراد پر مشتمل ترکوں کی ٹولی باب الملک عبدالعزیز سے حرمِ خداوندی میں قدم رکھ رہی ہے۔ سُرخ و سپید رنگ ہیں، بوڑھے بھی ہیں اور جوان بھی۔ مردوں کا احرام بھی اور عورتوں کا لباس بھی سفید ہے۔ آگے آگے ایک ترک عالم مناسک کے بارے میں رہنمائی کر رہے ہیں چہروں سے جذب و شوق کی لہریں بے محابا اُمڈ رہی ہیں۔ آج اُن کے ہر فرد کی زندگی کی آرزو پوری ہو رہی ہے۔ دھیمے انداز میں کشاں کشاں کعبے کے اُس کونے کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں سے طواف کا آغاز ہوگا۔ برآمدے میں انڈونیشی حاجی بیٹھے ذکر و تلاوت میں مصروف ہیں۔ مرنجان طبیعت اُن کا امتیازی وصف ہے۔ مصر و شام سے بھی بکثرت لوگ پہنچ چکے ہیں۔ حرم کے جس حصے میں بھی جائیں یہ نماز پڑھتے، تلاوتِ قرآن کرتے اور تسبیح و تکبیر کرتے ملیں گے۔ اب لیجیے پاکستان کے حاجی حضرات کو یعنی حرمِ خداوندی کے آداب و ضوابط سے ناآشنا قوم۔ یہ حرم کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ جوانوں کا تناسب زیادہ ہے۔ طواف میں بھی ان کی اکثریت ہے۔ ضمنی عمروں میں بھی یہ بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ حرم کے درسوں سے بھی استفادے میں پیچھے نہیں ہیں، البتہ سیاسی گروہی اختلاف، اصولوں کو چھوڑ کر فروع پر اصرار کا جذبہ اور افواہوں کی اشاعت کا ذوق ان میں عام ہے۔ امریکہ اور یورپ کے نومسلم حاجی بھی مادیت سے بیزار کیفیتوں کے ساتھ روحانی تسکین کی تلاش میں پہنچ چکے ہیں۔ گو نظم و نسق اور معیارِ زندگی کے وہ کرشمے جن میں وہ رہ رہے تھے یہاں انہیں نصیب نہیں ہیں، مگر پھر بھی وہ خوش ہیں۔ کعبۃ اللہ کے انوار و فیوض، بادشاہِ ارض و سما کے دربار کا شکوہ و جلال اور انسانی سجدوں کی وحدت دیکھ کر وہ اس قدر سرمست و وارفتہ ہو چکے ہیں کہ انہیں اور کسی بات کا ہوش نہیں ہے۔ شاید اب دنیا کا ایسا کوئی خطہ نہیں رہا ہے جہاں سے پروانے ابراہیم علیہ السلام کی جلائی ہوئی شمع پر آ کر ٹوٹے ٹوٹ کر نہ گر رہے ہوں۔ یہ سب کیوں اِس اضطراب و پشیمانی کے عالم میں جمع ہیں۔ کیوں ایک چوکور عمارت کے

گرد محو گردش ہیں، کیوں اُس کے دروازے ملتزم کو چمٹے ہوئے ہیں۔ کیوں اُس کے غلاف کو تھام کر آہ و بکا کر رہے ہیں۔ کیوں کبھی سجدے میں جا کر اور کبھی ہاتھ اُٹھا کر دل کی بے تابی کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ کیوں مقامِ ابراہیم پر جمع ہیں۔ کیوں میزابِ رحمت کے نیچے جمگھٹا کیے ہوئے ہیں۔ کیوں حجرِ اسود پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں ـــــ پورا حرم کیوں نالہ و شیون سے گونج رہا ہے۔ اور پھر جماعت کھڑی ہو جانے پر کیوں پوری فضا پر پردۂ سکوت طاری ہو جاتا ہے اور طواف و سعی بند ہو جاتی ہے؟ ـــــ ان سب سوالات کا ایک ہی جواب ہے۔ یہ سب اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں کی مغفرت اور آخرت کی نجات کے لیے آئے ہیں۔ اپنی عبدیت و بندگی اور فرماں برداری و اطاعت شعاری کے اظہار کے لیے آئے ہیں۔ انھیں احساس ہے کہ وہ گناہوں اور خطاؤں سے لبریز ہیں اور اس گھر کا مالک معاف کر دینے والا مہربان آقا ہے۔ پس جو یہاں اخلاص و صدق کے ساتھ آیا اور سچے دل کے ساتھ اُس نے گناہوں کی معافی مانگ لی اور ان شرائط و اوصاف کی پابندی کی جو یہاں کی حاضری کے لیے مقرر کر دی گئی ہیں تو یقیناً اُن کا آقا انھیں معاف کر دے گا، بلکہ اپنی جناب سے مزید رحمت سے انھیں نوازے گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ اُس نے کوئی زبان یا عمل سے ممنوع کام نہیں کیا اور نہ لڑائی جھگڑا کیا تو یوں واپس لوٹے گا جیسے اُس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔

جیسا کہ پچھلے خط میں عرض کیا تھا کہ اس سال ہم التوعیۃ الاسلامیہ کے ارکان حرم شریف کے اندر درس دینے کے بجائے مکۂ معظمہ کے مختلف محلوں اور معلموں کے پاس جا کر حجاج کی قیام گاہوں اور مسجدوں کے اندر خطاب کرتے ہیں اور مناسکِ حج بیان کرتے ہیں اور لوگوں کے استفسارات کا جواب دیتے ہیں۔ اس نئے پروگرام کا فائدہ یہ ہو رہا ہے کہ ہمیں حجاج کرام کی اصل کیفیت اور ان کے عام مسائل سے بھی آگاہی ہو رہی ہے۔ رات ہم مکی مرزوقی معلم کے ہاں گئے۔ وہاں پاکستانی حاجیوں نے اس کی شکایت شروع کر دی۔ بتایا کہ یہ صاحب اس قدر کج خلق ہیں کہ بعض پاکستانی حاجیوں کو انھوں نے تھپڑ تک مارے ہیں۔ دراصل پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے لوگ خواہ وہ حاجی ہوں ... ... قوم سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے لیے

عرب بھائیوں نے ایک لقب تجویز کر رکھا ہے: " رفیق "۔ اس لقب کے ذریعے وہ اہانت آمیز لہجے میں اس قوم کے افراد کو پکارتے ہیں اور پھر اپنی زبان میں گالم گلوچ بھی کر لیتے ہیں ۔ دکاندار ہو یا ٹیکسی ڈرائیور، پولیس کا آدمی ہو یا سکول کا طالب علم جونہی اُس کا سابقہ پاکستانی سے پیش آئے گا اُس کی توہین و تحقیر سے اپنے دل کی تسکین کرے گا۔ سب لوگ ایسے نہیں ہیں، کچھ اچھے اور با اخلاق عرب بھی ہیں۔ علی الخصوص یہاں کے دینی حلقے۔

حجاج کو چند سالوں سے ایک عجیب و غریب تکلیف پیش آ رہی ہے اور ابھی تک اس کا مؤثر علاج نہیں کیا گیا۔ وہ تکلیف یہ ہے کہ جب سے معلمین کا انتخاب حاجیوں کے بجائے سعودی حکومت کے مقرر کردہ ادارے پر چھوڑ دیا گیا ہے ایسے بے شمار واقعات پیش آ رہے ہیں کہ میاں اور بیوی بچھڑ جاتے ہیں، ماں اور بیٹا بچھڑ جاتے ہیں۔ الغرض ایک گروپ کے وہ افراد جنہیں حج میں باہم رہنا چاہیے انہیں اِدھر اُدھر بانٹ دیا جاتا ہے اور اب رہائش کے مسئلے میں بھی اتحاد کے بجائے افتراق کے کئی واقعات پیش آئے ہیں۔ تادمِ تحریر پاکستان ہاؤس مکہ میں چھ سات ایسی خواتین بیٹھی ہوئی ہیں جو اپنی ساتھیوں سے بچھڑ چکی ہیں اور وہ شب و روز رو رو کر اپنے آپ کو ہلکان کر رہی ہیں۔ ان کی عبادت کے دن اس پریشانی میں گزر رہے ہیں۔ ایک عورت اپنے بچے سے بچھڑ جانے کی وجہ سے پاگل ہو چکی ہے۔ پاکستان ہاؤس والے اِس سلسلے میں اپنی حد تک بڑی محنت اور تگ و دو کر رہے ہیں، لیکن بعض مسائل میں وہ بھی بے بس ہو جاتے ہیں۔ چند سال پیشتر کی بات ہے کہ معلّم کا انتخاب خود حاجی اپنے ملک سے روانہ ہونے سے پہلے کر لیتے تھے۔ اس انتخاب میں ان کی اپنی مرضی اور تجربے کو دخل ہوتا تھا۔ اس کا فائدہ یہ تھا کہ ایک تو گروپ بچھڑتا نہیں تھا، اور دوسرا معلّم بھی کچھ نیازمند رہتا تھا تاکہ اس کی شہرت پر حرف نہ آئے۔ اب معلّم کسی حاجی کا نیازمند نہیں ہے اس لیے اُسے حجاج کی خدمت اور حجاج سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں، اگر طبعاً کوئی معلّم شریف اور شفیق ہے تو یہ الگ بات ہے؛ ورنہ اور کوئی ایسا خارجی دباؤ نہیں ہے جس سے وہ حُسنِ سلوک کو اپنا فرض سمجھے۔ وزارتِ حج معلّم کا محاسبہ کر سکتی ہے، مگر وہاں تک شکایت کون پہنچائے۔

رات ہمارا پروگرام اجیاد کے اندر تھا۔ ہم لوگ دو تین گروپوں میں بٹ گئے۔ خاکسار کے حصے میں معلم سمیر عبدالرحمان سقاط آیا۔ اس معلم کا ٹھکانہ اجیاد پہاڑی کے اوپر ہے۔ اس کے پاس افغانستان کے حجاج ٹھیرے ہوتے ہیں۔ اجیاد کا یہی وہ علاقہ ہے جس کے بارے میں سیرت کی کتابوں کی روایت کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میں بچپن میں چند قراریط کے عوض اجیاد میں بکریاں چرایا کرتا تھا"۔ انہی پہاڑیوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چرایا کرتے تھے جن پر اب ہم چڑھ کر افغان حاجیوں کا اجتماع منعقد کر رہے ہیں۔

ہمارے گروپ میں ایک افغانی طالب علم ہیں جن کا نام سید رحیم ہے۔ وہ ہمارے پشتو اور فارسی زبان کے ترجمان ہیں۔ افغانستان کے اندر سے جو لوگ حج کرنے کے لیے آتے ہیں ان کی تعداد چار ہزار ہے۔ کچھ افغان وہ ہیں جو پاکستان اور عرب ممالک سے آتے ہیں۔ افغانی حاجیوں کی مجموعی تعداد سات ہزار ہے۔ افغانستان کے اندر سے آنے والے بیشتر حاجی معلم سمیر عبدالرحمٰن سقاط کے پاس ٹھیرے ہوتے ہیں۔ ان افغانی حاجیوں سے بعض لوگوں کے ساتھ تنہائی میں بات چیت کرنے سے افغانستان کے عجیب و غریب حالات معلوم ہوئے۔ ایک نوجوان نے بڑی رازداری کے ساتھ بتایا کہ افغان حکومت نے ہمیں حج کی اجازت دیتے وقت ہمارے بچوں کو یرغمال کے طور پر رکھ لیا ہے۔ جب تک ہم واپس افغانستان نہیں جاتے ہمارے بچے روزانہ پولیس تھانے میں حاضری دیتے رہیں گے۔ کابل شہر کے حاجیوں نے بتایا کہ وہاں ہر رات دھماکے ہوتے رہتے ہیں۔ لوگ عصر کے بعد ہی گھروں میں چلے جاتے ہیں۔ کابل کی راتیں مجاہدین کی سرگرمیوں کے دباؤ میں گزرتی ہیں۔ تمام حجاج نے افغانستان کی اقتصادی بدحالی اور اشیائے خوراک کی قلت اور گرانی کا رونا رویا۔ عام حالات میں سات کلو چاول تین سو افغانی کے لگ بھگ ملتے ہیں لیکن جب مجاہدین شاہراہیں بند کر دیتے ہیں اور رسد رک جاتی ہے تو یہی سات کلو چاول سات سو افغانی میں بمشکل دستیاب ہوتے ہیں۔ سات کلو ایندھن کی لکڑی ۱۸۰ اور ۲۰۰ افغانی کے درمیان ملتی ہے۔ فصلیں اور باغات روسی ہیلی کاپٹروں کی بمباری سے جلتے رہتے ہیں۔ افغانستان کا سرسبز

زبوں حالی اور بدامنی کا شکار ہو چکا ہے۔

خاکسار نے افغانستان کے حاجیوں کے اندر مختصر خطاب کیا۔ حاضری خاصی تھی۔ سب لوگ پہاڑی پر ادھر اُدھر بیٹھے ہوئے تھے۔ دین کے مبادیات اور مناسکِ حج بیان کرنے کے بعد خاکسار نے مسلمانوں کے عروج و زوال کی کہانی بیان کی اور پھر ان اسباب کی نشان دہی کی جو ہمیشہ مسلمانوں کے تنزل کی تہہ میں کارفرما رہے ہیں۔ آخر میں جہاد اور اس کے فوائد بیان کیے۔ خاکسار اپنی تقریر ختم کرنے والا تھا کہ متعدد حاجیوں نے بآوازِ بلند کہا کہ افغانستان میں اسلام کی کامیابی کے لیے دُعا کی جائے چنانچہ افغانستان کی آزادی، مجاہدین کی کامیابی اور اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے دعائیں کی گئیں۔ حاضرین اشک بار تھے اور پہاڑی آمین کی دلگداز صداؤں سے گونج رہی تھی۔

ہمارے ایرانی بھائی کافی تعداد میں آئے ہوئے ہیں۔ سرکاری اعلان کے مطابق ان کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہے۔ وہ تقریباً تمام عزیزیہ محلہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہمارا دفتر اور رہائش گاہ بھی اسی محلے میں ہے۔ یہ حضرات سارا دن دکانوں پہ گزارتے ہیں۔ ان کی خریداری بالعموم تین چار چیزوں تک محدود ہے۔ ٹیلی وژن، ریڈیو، جوس نکالنے والی مشینیں اور کپڑا۔ ہمارے دفتر کے قریب جو مسجد ہے اُس میں ظہر کے وقت یہ حضرات بھی آکر نماز پڑھتے ہیں۔ ایک روز خاکسار نے ایک ایرانی بزرگ سے ایران کے اندرونی حالات دریافت کیے تو اُس نے یہ مختصر سا جواب دیا: "مردم پائیں بالا شدند" (نچلے لوگ اُوپر آگئے)۔ ایرانی حجاج کی تنظیم نوجوان گروہ کے ہاتھ میں ہے جن کا تعلق پاسدارانِ انقلاب سے ہے۔ انہوں نے اپنے ملک کے حجاج کا نظم و نسق بہت اچھا کر رکھا ہے۔ سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ انہوں نے مکہ معظمہ کی مختصر سڑکوں پر جگہ جگہ "امداد گمشدگان" کا بورڈ لگا رکھا ہے۔ جو ایرانی حاجی گم ہو جاتا ہے وہ اُس بورڈ کے پاس پہنچ جاتا ہے جہاں اُسے رہنمائی کرنے والے کارکن مل جاتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں پاکستانی حاجیوں کا جو حال ہوتا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ کئی کئی روز تک مرد اور عورتیں گم رہتے ہیں اور اس حالت میں وہ نڈھال ہو جاتے ہیں، مگر کوئی پتہ بتانے والا یا ساتھیوں سے ملانے والا نہیں ملتا۔

کیا بتائیں، ان واقعات کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ کیا پاکستانی حجاج کے منتظمین "امداد گم شدگان" کے جگہ جگہ مراکز نہیں قائم کر سکتے؟ کیا پاکستان کی وزارت حج کی طرف سے چند جیپیں اس غرض کے لیے مخصوص نہیں کی جا سکتیں کہ وہ مختلف علاقوں میں گمشدگان کی امداد کا اعلان کرتی پھریں؟

التوعیۃ الاسلامیۃ نے پچھلے سالوں کی طرح اس سال بھی اپنا بھرپور تبلیغی نظام جاری کر رکھا ہے۔ اس وقت ۲۹۳ مبلغین مختلف زبانوں میں مختلف مقامات پر دعوت و ارشاد کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان میں سے ۲۱۳ داعی سعودی عرب کے ہیں اور ۸۰ داعی ۳۴ دیگر ممالک سے آئے ہیں۔ ان مبلغین کے ساتھ ۷۰ ترجمان کام کر رہے ہیں۔ یہ ترجمان سعودی جامعات کے طلبا ہیں۔ بایں ہمہ عام لوگ احکام حج سے ناواقفیت کی بنا پر ایسے ایسے کام کر ڈالتے ہیں جو حج کی روح کے بھی خلاف اور حج کے احکام و مناسک کی صحت کے بھی منافی ہوتے ہیں۔ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ لوگ ہزاروں روپے خرچ کر کے اور طرح طرح کی تکالیف اٹھا کر حج میں شریک ہوتے ہیں، مگر جب حج کے مناسک ادا کرنے کا وقت آتا ہے تو لاعلمی کا اظہار کر کے بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص نماز کے لیے مسجد میں پہنچ جائے اور پھر نماز نہ پڑھے اور اگر پڑھے تو رکعتوں کی تعداد سے ناواقفیت کی وجہ سے فرض کی دو رکعت کی چار یا چار کی دو پڑھ ڈالے اور پھر سادگی کے ساتھ کہہ دے: "اللہ منظور کرنے والا ہے"۔ ہماری وزارت حج کو مناسکِ حج کی تعلیم و تربیت کا موثر اور مستقل انتظام کرنا چاہیے۔ موجودہ حج کے سرکاری تربیتی پروگرام قطعاً لاحاصل ہو رہے ہیں۔

ذوالحجہ کی ۶ تاریخ مکہ معظمہ میں اس لحاظ سے ہنگامی حالت اختیار کر جاتی ہے کہ اس روز حجاج چاروں طرف سے پہنچ جاتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں جو حجاج جمع ہو چکے ہوتے ہیں وہ بھی مکہ معظمہ آجاتے ہیں۔ اور سعودی عرب اور اردگرد کے عرب ممالک کے قافلے بھی مکہ میں داخل ہو چکے ہوتے ہیں، کیونکہ ۸ تاریخ کو حج کا پہلا دن جسے یوم الترویہ کہتے ہیں شروع ہو جاتا ہے۔ نہ صرف حرم شریف میں طواف و سعی کرنے والے ایک انسانی سمندر کی شکل اختیار

کر جاتے ہیں، بلکہ مکّہ معظمہ کی سڑکیں، بازار اور گلیاں محلّے سب انسانوں سے اس قدر بھر جاتے ہیں کہ نقل و حرکت بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ مزید برآں یہ کہ مکانات کی قلّت کی وجہ سے لوگ میدانوں اور سڑکوں کے فٹ پاتھوں پر ڈیرے جما لیتے ہیں۔ کل ۶ ذوالحجہ تھی اور دنیا کسا نے مکّہ معظمہ کی جو کیفیت اُوپر بیان کی ہے وہ پوری طرح بروئے کار آچکی تھی۔ گرمی بھی شدید تھی، مگر حاجیوں کی بے بسی اور اُن کی مشکل اور پریشانی کا آپ اندازہ لگائیں کہ ایک طرف وہ اس نازک ترین کیفیت میں رہ رہے ہیں اور دوسری طرف صبح سات بجے سے لے کر بارہ بجے تک پورے پانچ گھنٹے ہمارے ایرانی بھائی ڈیڑھ لاکھ کی تعداد میں مکّہ معظمہ کی اس مرکزی شاہراہ پر جلوس نکالے ہوئے ہیں جس میں ہر طرف سے آکر سڑکیں ملتی ہیں۔ مرکزی شاہراہ پر انھوں نے ٹریفک بند کر دی ہے اور نتیجۃً پورے مکّہ کی ٹریفک بند ہو چکی ہے پیادہ چلنے والوں کا سیلاب بھی راستہ نہ پاکر آپس میں ٹکرا رہا ہے۔ گرمی کی شدّت کی وجہ سے لوگ نڈھال ہیں، مگر راستے بند۔ نعرے بلند ہو رہے ہیں، مختلف ممالک کا نام لے کر انہیں "مرگ" کے حوالے کیا جا رہا ہے۔ بوڑھے مرد و عورت جن کی تعداد حج میں کافی ہوتی ہے اور جو سفرِ حج اور اعمالِ حج کی وجہ سے ذہناً و جسماً پامال ہو چکے ہوتے ہیں، ایک نئی مشکل میں گرفتار ہو چکے ہیں، بلکہ متعدد حجاج دم گھٹ کر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ اللہ کے شہر میں ذکر و استغفار، توبہ و انابت، خشوع و انکساری اور دلجوئی و دست گیری کے بجائے مظاہرین اُچھل کود کر رہے ہیں۔ ہاتھوں کے اشاروں سے دوسروں کے لیے تذلیل و تحقیر کے دائرے بنا رہے ہیں، خود پسندی اور خود سری کے جذبات کا مظہر بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وہ شہر جہاں چیونٹیوں تک کو امان مل چکی ہے، جہاں کے درختوں اور پودوں کو اکھاڑنا شریعت نے منع کر رکھا ہے اور جہاں اللہ کے ذکر اور اللہ کے رسولؐ کے ذکر کے سوا کسی اور کا نام بلند کرنا درست نہیں ہے وہاں ضیوف الرحمٰن (خدا کے مہمان) تنگی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ہجوم میں ایک دوسرے سے بچھڑ کر روتے پھر رہے ہیں۔ ایک سیاسی لیڈر کی قدِ آدم تصاویر حرم و کوچہ ہائے حرم میں بلند کی جا رہی ہیں۔ یہ ہے تشریح اُس نعرے کی کہ:

"ہماری عبادت سیاست ہے اور ہماری سیاست عبادت ہے"۔

کل ۶ ذوالحجہ ہی کو نمازِ عشا کے بعد جب لوگ حرم سے نکلے تو انہیں ایک اور آزمائش سے دوچار ہونا پڑا۔ باب الملک عبدالعزیز کے سامنے ایبیا کے دو تین سو نوجوانوں نے جلوس نکال لیا۔ انہوں نے سر پہ سبز پٹیاں باندھ رکھی تھیں۔ ہاتھوں میں سبز بینر اُٹھا رکھے تھے، کچھ کتبے بھی تھے جن پر طرح طرح کی عبارتیں درج تھیں، چند عورتیں بھی تھیں جنہوں نے سر ننگے کر کے گلوں میں سبز پٹیاں لٹکا رکھی تھیں۔ یہ لوگ بھی عجیب و غریب نعرے لگاتے ہوئے سڑک پہ مارچ کرنے لگے۔ حرم میں سے لوگوں کا سیلاب نماز ختم ہوتے ہی باہر اُمڈ پڑا۔ آگے ان مظاہرین نے سڑک بلاک کر رکھی تھی۔ حاجی بے چارا سوا ب ہوا کے جھونکے سے بھی ڈرتا ہے یہ صورت حال دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ بہر حال پولیس کے دستے آگئے اور انہوں نے پانی پھینک کر مظاہرین کو بھگا دیا، مگر اس بھگدڑ میں بہت سے لوگ کچلے گئے، متعدد زخمی ہو گئے اور کئی دستی سامان گم کر بیٹھے۔ بتائیے یہ حج ہے؟

ہماری نئی مطبوعات

۱۔ خورشیدِ رسالت کی پانچ کرنیں	آبادشاہ پوری	۱۸/- روپے
۲۔ یادِ رفتگان	ماہرالقادری	۴۲/- "
۳۔ اسلام میں جرم و سزا	ڈاکٹر عبدالعزیز عامر	۳۲/- "
۴۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں	امام ابن تیمیہ	۱۸/- "

البدر پبلی کیشنز۔ اُردو بازار۔ لاہور ۲